

خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی

(ماہرنگ بلوچ جیسے لوگوں کا کردار)

عمر دوآبیہ
(گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اُردو سے فارغ التحصیل ہیں)



فریاستِ پاکستان ایک نظریاتی اکائی ہے جس نے اپنی بنیاد ہی ان اصولوں پر رکھی گئی کہ ہر فرد، ہر قوم، ہر قبیلہ اور ہر مسلک کو برابری کی سطح پر جینے کا حق حاصل ہو۔ یہی وہ اصول ہیں جو پاکستان کو محض جغرافیائی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر فکری شناخت بخشتے ہیں۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک، ریاست نے متعدد چیلنجز کا سامنا کیا مگر اس کا جھکاؤ ہمیشہ مکار رواداری، اور امن کی طرف رہا۔ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان جیسے حساس خطے (جو جغرافیائی لحاظ سے نہایت اہم اور وسائل سے مالا مال ہیں) بدقسمتی سے کئی دہائیوں سے شورش، دہشت گردی اور علیحدگی پسند بیانیے کی زد میں رہے ہیں۔ یہ بیانیے محض چند افراد یا گروہوں کی پیداوار نہیں بلکہ ایک منظم منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں جس میں عالمی طاقتیں، خفیہ ایجنسیاں، اور پراکسی نیٹ ورکس شامل ہیں۔ مگر اس تمام تر پس منظر میں پاکستان کا مؤقف ہمیشہ واضح اور غیر مبہم رہا ہے اور وہ یہ کہ ریاست ہر اس آواز کو سننے کو تیار ہے جو آئین کے دائرے میں رہ کر بات کرے مگر کسی کو بھی اجازت نہیں کہ وہ ریاست کی سالمیت، وحدت یا آئینی بالادستی کو چیلنج کرے۔ ماہرنگ بلوچ جیسے کردار اسی نرمی اور برداشت کے ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عالمی فورمز پر وہ زبان بولتے ہیں جو ان کے بیرونی سرپرستوں نے ترتیب دی ہوتی ہے۔ ریاست پاکستان اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں اسے نہ صرف اپنے اندرونی نظم کو برقرار رکھنا ہے بلکہ بیرونی بیانیوں کا بھی مؤثر توڑ کرنا ہے۔

یہ سوال کہ ماہرنگ بلوچ جیسے افراد پیدا کیسے ہوتے ہیں ہمیں تاریخ کے اوراق پلٹنے پر مجبور کرتا ہے۔ ریاست جب کسی علاقے کی

جانب معاشی، تعلیمی یا سیاسی توجہ کم کر دیتی ہے تو وہاں احساسِ محرومی جنم لیتا ہے۔ بلوچستان کی سرزمین جو معدنیات سے مالا مال ہے دراصل ماضی میں ترقیاتی منصوبوں سے محروم رہی اور یہی خلا بعض علیحدگی پسند تنظیموں نے استعمال کیا۔ اسی طرح فاٹا اور قبائلی علاقوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے کا عمل تاخیر سے ہوا جس نے کچھ عناصر کو عسکریت پسندی کی جانب مائل کیا۔ لیکن ان زمینی محرومیوں کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ریاست کو توڑا جائے یا اس کے خلاف مسلح تحریکوں کو تقویت دی جائے۔ ماہرنگ بلوچ جیسے افراد انہی محرومیوں کو عالمی سٹیج پر ایک مخصوص انداز میں پیش کرتے ہیں جس میں ریاست صرف ایک ظالم قوت دکھائی دیتی ہے اور یہ کردار ایک مظلوم ترجمان کی صورت میں۔ یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ ان کے بیانیے میں توازن نہیں بلکہ جھوٹ، مبالغہ آرائی، اور مخصوص مفادات کی آمیزش ہوتی ہے۔ وہ انسانی حقوق کی زبان بولتے ہیں مگر ان کا مقصد حقوق کا تحفظ نہیں بلکہ ریاست کی رٹ کو چیلنج کرنا ہوتا ہے۔ ایسے کردار وقت کے ساتھ ابھرتے رہے ہیں مگر ان کے پیچھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بیرونی طاقت یا خفیہ ایجنسی ہوتی ہے جس کا مفاد پاکستان کو کمزور دیکھنا ہوتا ہے۔

دنیا بھر میں ہر ریاست کو اپنے وجود کے خلاف اُٹھنے والی آوازوں کا سامنا رہا ہے۔ امریکہ جیسے ملک میں بھی ایڈورڈ سنوڈن جیسے کردار پیدا ہوئی جو قومی سلامتی کے راز افشا کر کے ریاست کے خلاف ایک فکری بغاوت کی علامت بنے۔ بھارت میں خالصتان تحریک، اسپین میں کیٹالونیا کی علیحدگی یا برطانیہ میں آئرش ریپبلکن آرمی یہ سب وہ مثالیں ہیں جہاں افراد یا گروہ ریاستی نظم کو توڑنے کی کوشش کرتے رہے مگر ان ریاستوں نے اپنی رٹ، قانون کی بالادستی اور داخلی حکمتِ عملی کے ذریعے نہ صرف ان تحریکوں کا سدباب کیا بلکہ ریاستی بیانیے کو عالمی سطح پر مضبوطی سے پیش بھی کیا۔ پاکستان بھی ایسی ہی ایک ریاست ہے جو ہر اُس آواز کے لیے کھلا میدان رکھتی ہے جو آئین اور قانون کی حدود میں ہو مگر جو افراد ریاست کو توڑنے، اس کے اداروں کو بدنام کرنے، اور بیرونی دنیا سے مداخلت کی دعوت دینے کا کام کریں وہ درحقیقت آزادیِ اظہار کے نہیں بلکہ ریاست دشمنی کے زمرے میں آتے ہیں۔ ماہرنگ بلوچ جیسے کردار اسی عالمی رجحان کا ایک جزو ہیں مگر فرق صرف یہ ہے کہ جہاں دیگر ریاستیں فوری اور سخت ردعمل دیتی ہیں پاکستان نرمی، دلیل، اور مکالمے کے ذریعے ایسے کرداروں کا مقابلہ کرتا ہے۔ مگر کب تک؟ سوال یہی ہے کہ کیا ریاست کو اب زیادہ مؤثر، متوازن اور مربوط ردعمل کی ضرورت نہیں؟

پاکستان کا آئین نہ صرف شہریوں کو حقوق فراہم کرتا ہے بلکہ ان پر فرائض بھی عائد کرتا ہے۔ آرٹیکل 19 آزادیِ اظہار کی ضمانت ضرور دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ایک اہم شرط یہ بھی عائد کرتا ہے کہ یہ آزادی "اسلام کی عظمت، پاکستان کی سالمیت، قومی سلامتی، یا عوام کے اخلاق" کے خلاف استعمال نہیں کی جا سکتی۔ یعنی اگر کوئی فرد، گروہ یا تنظیم اظہارِ رائے کے پردے میں ریاست کو توڑنے، اداروں کو بدنام کرنے یا مسلح علیحدگی پسندی کو فروغ دینے کی کوشش کرے تو وہ آئین کی روح کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ماہرنگ بلوچ جیسے افراد جب اقوامِ متحدہ یا دیگر عالمی اداروں میں پاکستان کے خلاف بیانات دیتے ہیں تو وہ محض اظہارِ رائے نہیں کر رہے ہوتے بلکہ ریاست کی وحدت اور خودمختاری پر سوال اٹھا

رہے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب ریاست کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی آئینی حدود میں رہتے ہوئے ایسے عناصر کو بے نقاب کریان کی فنڈنگ کے ذرائع، نیٹ ورک اور سرپرستوں کو دنیا کے سامنے لائے۔ آئین محض دستاویز نہیں بلکہ ایک نظریاتی معاہدہ ہے جسے توڑنے یا کمزور کرنے کی ہر کوشش کو روکنا ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔



آج کے دور میں ''انسانی حقوق'' کی اصطلاح بعض اوقات ریاستی خودمختاری کو کمزور کرنے کا ہتھیار بن جاتی ہے۔ ماہرنگ بلوچ جیسے افراد خود کو انسانی حقوق کے کارکن ظاہر کرتے ہیں مگر ان کی تقاریر، تحریریں، اور سرگرمیاں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کا مقصد انسانی وقار کی بحالی نہیں بلکہ ریاستِ پاکستان کے خلاف ایک منظم پروپیگنڈا ہے۔ وہ سوشل میڈیا، بین الاقوامی فورمز اور غیر ملکی میڈیا کے ذریعے ایسا تاثر دیتے ہیں جیسے پاکستان میں بلوچ قوم کو منظم طریقے سے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ زمینی حقائق اس سے یکسر مختلف ہیں۔ بلوچستان میں ترقیاتی منصوبے، گوادر پورٹ، تعلیمی اداروں کا قیام اور مقامی نمائندوں کی شمولیت ایک زندہ ثبوت ہے کہ ریاست اس خطے کو قومی دھارے میں لانے کے لیے عملی اقدامات کر رہی ہے۔ بدقسمتی سے عالمی ادارے ان کرداروں کی حقیقت جانے بغیر انہیں پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں اور یوں ایک ایسا بیانیہ عالمی سطح پر فروغ پاتا ہے جو حقائق کے برعکس ہوتا ہے۔ ریاست کا فرض ہے کہ وہ ان تمام جھوٹے بیانیوں کا توڑ کرے اور انسانی حقوق کے سچے علمبرداروں اور ریاست دشمن عناصر میں واضح فرق کرے۔



لیکن واضح رہے کہ ریاستی بیانیہ اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب وہ نہ صرف سچائی پر مبنی ہو بلکہ مؤثر انداز میں پیش بھی کیا جائے۔ پاکستان کا مؤقف ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ ہر اس شخص سے مکالمہ کرنے کو تیار ہے جو پاکستان کو ایک متحد ریاست کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ مگر جو فرد یا گروہ پاکستان کو ایک ناکام ریاست کے طور پر پیش کرے یا دہشت گرد تنظیموں کی پشت پناہی کرے یا پھر بیرونی دشمنوں کے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بنے اس کے ساتھ نہ کوئی مفاہمت ہو سکتی ہے اور نہ ہی نرم رویہ روا رکھا جا سکتا ہے۔ ماہرنگ بلوچ جیسے افراد جو عالمی اداروں میں پاکستان کے خلاف زہر اگلتے ہیں دراصل وہ اس جنگ کا حصہ ہیں جو روایتی میدانِ جنگ سے نکل کر میڈیا، بیانیہ اور انسانی ہمدردی کے لبادے میں لڑی جا رہی ہے۔ ڈی جی آئی ایس پی آر متعدد مرتبہ واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان ایک پرامن ریاست ضرور ہے مگر اپنی رٹ قائم رکھنے کے لیے ہر جائز اقدام سے دریغ نہیں کرے گی۔ ریاست کی یہی پختہ سوچ ہے جو مستقبل میں ایسے کرداروں کے خلاف ایک جامع، مربوط اور دانشمندانہ حکمتِ عملی کی بنیاد بنے گی۔

آخر میں تسلیم کیا جانا چاہیے کہ صرف طاقت سے امن قائم نہیں ہوتا۔ مکالمہ، تعلیم اور مواقع کی فراہمی ہی وہ راستے ہیں جو دیرپا امن کو جنم دیتے ہیں۔ لہٰذا ریاست کو چاہیے کہ ایک جانب وہ اپنی رٹ قائم رکھے، قانون کی عملداری اور دشمن کے بیانیے کا توڑ کرے، تو دوسری جانب ان علاقوں میں ترقی، روزگار، اور انصاف کے مواقع فراہم کرے جہاں سے ایسے کردار جنم لیتے ہیں۔ بلوچ نوجوان اگر تعلیم، روزگار، اور سیاسی شرکت کے مواقع پائیں گے تو انہیں ماہرنگ بلوچ جیسی آوازوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ ریاستی اداروں، سول سوسائٹی، ذرائع ابلاغ، اور تعلیمی اداروں کو ایک مشترکہ حکمتِ عملی کے تحت آگے بڑھنا ہوگا تاکہ داخلی استحکام کو بیرونی سازشوں کے خلاف ایک مضبوط قلعہ بنایا جا سکے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ریاست اب صرف دفاعی پوزیشن میں نہ رہے بلکہ ایک فعال، متحرک، اور پرعزم مؤقف کے ساتھ آگے بڑھے، تاکہ نہ صرف خیبر پختونخواہ و بلوچستان، بلکہ پورا پاکستان امن، استحکام اور ترقی کا نشان بنے۔